ایمان کی کسوٹی

برادران اسلام - پچھلے جمعہ کے خطبہ میں، میں نے آپکو بتایا تھا کہ قرآن کی رو سے انسان کی گمراہی کے تین سبب ہیں - ایک یہ کہ وہ خدا کے قانون کو چھوڑ کر اپنے نفس کی خواہشات کا غلام بن جائے - دوسرے یہ کہ وہ خدائی قانون کے مقابلہ میں اپنے خاندان کے رسم و رواج اور باپ دادا کے طریقے کو ترجیح دے - تیسرے یہ کہ خدا اور اسکے رسول نے جو طریقہ بتایا ہے، اسکو بالائے طاق رکھ کر انسانوں کی پیروی کرنے لگے، چاہے وہ انسان خود اسکی اپنی قوم کے بڑے لوگ ہوں یا غیر قوموں کے لوگ -

مسلمان کی اصلی تعریف یہ ہے کہ وہ ان تینوں بیماریوں سے پاک ہو - مسلمان کہتے ہی اس کو ہیں جو خدا کے سوا کسی کا بندہ اور رسول کے سوا کسی کا پیرو نہ ہو - مسلمان وہ ہے جو سچے دل سے اس بات پر یقین رکھتا ہو کہ خدا اور اس کے رسول کی تعلیم سراسر حق ہے، اسکے خلاف جو کچھ ہے وہ باطل ہے، اور انسان کے لیے دین و دنیا کی بھلائی جو کچھ بھی ہے صرف خدا اور اسکے رسول کی تعلیم میں ہے - اس بات پر کامل یقین جس شخص کو ہوگا وہ اپنی زندگی کے ہر معاملہ میں صرف یہ دیکھے گا کہ اللہ اور اس کے رسول کا کیا حکم ہے - اور جب اسے حکم معلوم ہو جائیگا تو وہ سیدھی طرح سے اس کے آگے سر جھکا دیگا - پھر چاہے اس کا دل کتنا ہی کلبلائے، اور خاندان کے لوگ کتنی ہی باتیں بنائیں، اور دنیا والے کتنی ہی مخالفت کریں وہ ان میں سے کسی کی پروا نہ کریگا، کیونکہ ہر ایک کو اس کا صاف جواب یہی ہوگا کہ میں خدا کا بندہ ہوں، تمہارا بندہ نہیں ہوں - اور میں رسول پر ایمان لایا ہوں، تم پر ایمان

نہیں لایا ہوں۔

اس کے برخلاف اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ خدا اور رسول کا ارشاد یہ ہے تو ہوا کرے، میرا دل تو اس کو نہیں مانتا، یا مجھے تو اس میں نقصان نظر آتا ہے، اسلیے میں خدا اور رسول کی بات کو چھوڑ کر اپنی رائے پر چلونگا، تو ایسے شخص کا دل ایمان سے خالی ہوگا۔ وہ مومن نہیں بلکہ منافق ہے کہ زبان سے تو کہتا ہے میں خدا کا بندہ اور رسول کا پیرو ہوں، مگر حقیقت میں اپنے نفس کا بندہ اور اپنی رائے کا پیرو بنا ہوا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ خدا اور رسول کا حکم کچھ بھی ہو، مگر فلاں بات تو باپ دادا سے ہوتی چلی آرہی ہے، اسکو کیسے چھوڑا جاسکتا ہے؟ یا فلاں قاعدہ تو میرے خاندان میں مقرر ہے، اسے کیونکر توڑا جاسکتا ہے؟ تو ایسے شخص کا شمار بھی منافقوں میں ہوگا، خواہ نمازیں پڑھتے پڑھتے اسکی پیشانی پر کتنا ہی بڑا گٹا پڑ گیا ہو، اور ظاہر میں اس نے کتنی ہی متشرع صورت بنا رکھی ہو۔ اسلیے کہ دین کی اصل حقیقت اسکے دل میں اتری ہی نہیں۔ دین رکوع اور سجدے اور روزے اور حج کا نام نہیں، اور نہ دین، انسان کی صورت اور اسکے لباس میں ہوتا ہے۔ بلکہ اصل میں دین نام ہے خدا اور رسول کی اطاعت کا۔ جو شخص اپنے معاملات میں خدا اور رسول کی اطاعت سے انکار کرتا ہے، اس کا دل حقیقت میں دین سے خالی ہے، اس کی نماز اور اس کا روزہ اور اسکی متشرع صورت، ایک دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔

اسی طرح اگر کوئی شخص خدا کی کتاب اور اسکے رسول کی ہدایت سے بے پروا ہو کر کہتا ہے کہ فلاں بات اسلیے اختیار کی جائے کہ وہ انگریزوں میں رائج ہے، اور فلاں بات اسلیے قبول کی جائے کہ فلاں قوم اسکی وجہ سے ترقی کر رہی ہے، اور فلاں بات اسلیے مانی جائے کہ فلاں بڑا آدمی ایسا کہتا ہے، تو ایسے شخص کو بھی اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے۔ یہ باتیں ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتیں۔ مسلمان ہو

اور مسلمان رہنا چاہتے ہو تو ہر اُس بات کو اٹھا کر دیوار پر دے مارو جو خدا اور رسول کی بات کے خلاف ہو۔ اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو اسلام کا دعویٰ تمہیں زیب نہیں دیتا۔ زبان سے کہنا کہ ہم خدا اور رسول کو مانتے ہیں، مگر اپنی زندگی کے معاملات میں ہر وقت دوسروں کی بات کے مقابلہ میں خدا اور رسول کی بات کو رد کرتے رہنا، نہ ایمان ہے اور نہ اسلام، بلکہ اس کا نام منافقت ہے۔

قرآن مجید کے اٹھارویں پارے میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف الفاظ میں فرمادیا ہے:

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۤءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ وَمَاۤ اُولٰۤئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۔ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۔ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۔ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ۔ بَلْ اُولٰۤئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰۤئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰۤئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۔ (النور - ۶ - ۷)

یعنی "ہم نے کھول کھول کر حق اور باطل کا فرق بتانے والی آیتیں اتار دی ہیں۔ اللہ جسکو چاہتا ہے ان آیتوں کے ذریعہ سے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت قبول کی۔ پھر اسکے بعد ان میں سے بعض لوگ اطاعت سے منہ موڑ جاتے ہیں۔ ایسے لوگ ایمان دار نہیں ہیں۔ اور جب ان کو اللہ اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے معاملات میں قانون خداوندی کے مطابق فیصلہ کیا جائے، تو ان میں سے کچھ لوگ منہ موڑ جاتے ہیں، البتہ جب بات ان کے مطلب کی ہو تو اسے مان لیتے ہیں۔

کیا ان لوگوں کے دل میں بیماری ہے؟ یا کیا یہ شک میں پڑے ہوئے ہیں؟ یا ان کو یہ ڈر ہے کہ اللہ اور اس کا رسول انکی حق تلفی کریگا؟ بہرحال وجہ کچھ بھی ہو، یہ لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں- حقیقت میں جو ایماندار ہیں ان کا طریقہ تو یہ ہے کہ جب انہیں اللہ اور اسکے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ قانون خداوندی کے مطابق انکے معاملات کا فیصلہ کیا جائے، تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی- ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں- اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریگا اور اللہ سے ڈرتا رہیگا، اور اسکی نافرمانی سے پرہیز کریگا، بس وہی کامیاب ہوگا"

ان آیات میں ایمان کی جو تعریف بیان کی گئی ہے، اس پر غور کیجیے- اصلی ایمان یہ ہے کہ اپنے آپ کو خدا کی کتاب اور اسکے رسول کی ہدایت کے سپرد کردو- جو حکم وہاں سے ملے اسکے آگے سر جھکادو، اور اسکے مقابلہ میں کسی کی نہ سنو، نہ اپنے دل کی، نہ خاندان والوں کی اور نہ دنیا والوں کی- یہ کیفیت جس میں پیدا ہو جائے وہی مومن اور مسلم ہے- اور جو اس سے خالی ہو، اسکی حیثیت منافق سے زیادہ نہیں ہے-

آپ نے سنا ہوگا کہ عرب میں شراب خوری کا کتنا زور تھا- عورت اور مرد اور جوان اور بوڑھے سب شراب کے متوالے تھے- ان کو دراصل اس چیز سے عشق تھا- اسکی تعریفوں کے گیت گاتے تھے اور اس پر جان دیتے تھے- یہ بھی آپ کو معلوم ہوگا کہ شراب کی لت لگ جانے کے بعد اس کا چھوٹنا کتنا مشکل ہوتا ہے- آدمی جان دینا قبول کر لیتا ہے، مگر شراب چھوڑنا قبول نہیں کر سکتا- اگر شرابی کو شراب نہ ملے تو اسکی کیفیت بیمار سے بدتر ہو جاتی ہے- لیکن آپ نے کبھی سنا ہے کہ جب قرآن شریف میں شراب کی حرمت کا حکم آیا تو کیا ہوا؟ وہی عرب جو شراب پر جان دیتے تھے، اس حکم کو سنتے ہی انہوں نے اپنے ہاتھ سے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے- مدینہ کی گلیوں میں شراب اس طرح بہ رہی تھی جیسے بارش کا پانی بہتا ہے- ایک مجلس میں کچھ لوگ بیٹھے شراب پی رہے تھے- جس وقت

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کی آواز سُنی کہ شراب حرام کردی گئی ہے، تو جس شخص کا ہاتھ جہاں تھا وہیں کا وہیں رہ گیا۔ جسکے منہ سے پیالہ لگا ہوا تھا، اس نے فوراً اس کو ہٹا لیا، اور پھر ایک قطرہ حلق میں نہ جانے دیا۔۔۔ یہ ہے ایمان کی شان۔ اس کو کہتے ہیں خدا اور رسول کی اطاعت۔

آپ کو معلوم ہے کہ اسلام میں زنا کی سزا کتنی سخت رکھی گئی ہے؟ ننگی پیٹھ پر سو کوڑے جن کا خیال کیے سے آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ اور اگر شادی شدہ آدمی ہو تو اس کے لیے سنگساری کی سزا ہے، یعنی اسکو پتھروں سے اتنا مارنا کہ وہ مرجائے۔ ایسی سخت سزا کا نام ہی سُن کر آدمی کانپ اٹھتا ہے۔ مگر آپنے یہ بھی سنا کہ جنکے دل میں ایمان تھا انکی کیا کیفیت تھی؟ ایک شخص سے زنا کا فعل سرزد ہو گیا۔ کوئی گواہ نہ تھا۔ کوئی عدالت تک پکڑ کرلے جانے والا نہ تھا۔ کوئی پولیس کو اطلاع دینے والا نہ تھا۔ صرف دل میں ایمان تھا جس نے اس شخص سے کہا کہ جب تُو نے خدا کے قانون کے خلاف اپنے نفس کی خواہش پوری کی ہے تو اب جو سزا خدا نے اسکے لیے مقرر کی ہے اسکو بھگتنے کے لیے بھی تیار ہو جا۔ چنانچہ وہ شخص خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ، میں نے زنا کی ہے، مجھے سزا دیجیے۔ آپ منہ پھیر لیتے ہیں، تو پھر دوسری طرف آکر یہی بات کہتا ہے۔ آپ پھر منہ پھیر لیتے ہیں تو وہ پھر سامنے آکر سزا کی درخواست کرتا ہے۔ غرض اس طرح چار مرتبہ وہ اصرار کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ جو گناہ میں نے کیا ہے اسکی سزا مجھے دی جائے۔۔۔ یہ ہے ایمان۔ جسکے دل میں ایمان موجود ہے اسکے لیے ننگی پیٹھ پر سو کوڑے کھانا بلکہ سنگسار تک کردیا جانا آسان ہے، مگر نافرمان بن کر خدا کے سامنے حاضر ہونا مشکل ہے۔

آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ انسان کے لیے دنیا میں اپنے رشتہ داروں سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں

ہوتا۔ خصوصاً باپ، بھائی، بیٹے تو اتنے پیارے ہوتے ہیں کہ ان پر سے سب کچھ قربان کر دینا آدمی گوارا کر لیتا ہے۔ مگر آپ ذرا بدر اور اُحد کی لڑائیوں پر غور کیجیے کہ ان میں کون کس کے خلاف لڑنے گیا تھا؟ باپ مسلمانوں کی فوج میں ہے تو بیٹا کافروں کی فوج میں۔ یا بیٹا اس طرف ہے تو باپ اُس طرف۔ ایک بھائی ادھر ہے تو دوسرا بھائی اُدھر۔ قریب سے قریب رشتہ دار ایک دوسرے کے مقابلہ میں آئے ہیں، اور اس طرح لڑے ہیں کہ گویا یہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہی نہیں۔ اور یہ جوش ان میں کچھ روپے پیسے یا زمین کے لیے نہیں بھڑکا تھا۔ نہ کوئی ذاتی عداوت تھی۔ بلکہ صرف اس وجہ سے وہ اپنے خون اور اپنے گوشت پوست کے خلاف لڑ گئے کہ وہ خدا اور رسول پر باپ اور بیٹے اور بھائی اور سارے خاندان کو قربان کر دینے کی طاقت رکھتے تھے۔

آپکو یہ بھی معلوم ہے کہ عرب میں جتنی پرانی رسم و رواج تھی، اسلام نے قریب قریب ان سب ہی کو توڑ ڈالا تھا۔ سب سے بڑی چیز تو بت پرستی تھی جسکا رواج سینکڑوں ہزاروں برس سے چلا آرہا تھا۔ اسلام نے کہا کہ ان بتوں کو چھوڑ دو۔ شراب، زنا، جوا، چوری اور رہزنی عرب میں عام طور پر رائج تھی۔ اسلام نے کہا کہ ان سب کو ترک کرو۔ عورتیں عرب میں کھلی پھرتی تھیں، حتی کہ کعبہ کے گرد ننگی ہو کر طواف کرتی تھیں۔ اسلام نے حکم دیا کہ پردہ کرو۔ عورتوں کو وراثت میں کوئی حصہ نہ دیا جاتا تھا اسلام نے کہا کہ ان کا بھی وراثت میں حصہ ہے۔ متبنّیٰ کو بالکل وہی حیثیت دی جاتی تھی جو صلبی اولاد کی ہوتی ہے۔ اسلام نے کہا کہ وہ صلبی اولاد کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ متبنّیٰ اگر اپنی بیوی کو چھوڑ دے تو اس سے نکاح کیا جا سکتا ہے۔ غرض کونسی پرانی رسم ایسی تھی جسکو توڑنے کا حکم اسلام نے نہ دیا ہو۔ مگر آپ کو معلوم ہے کہ جو لوگ خدا اور رسول پر ایمان لائے تھے ان کا کیا طرزِ عمل تھا؟ صدیوں سے جن بتوں کو وہ اور انکے باپ دادا سجدہ کرتے اور نذریں چڑھایا کرتے تھے، ان کو ان ایمان داروں نے اپنے ہاتھ سے توڑا۔ سینکڑوں برس سے جو خاندانی رسمیں چلی آتی تھیں ان سب کو انہوں نے مٹا کر رکھ دیا۔ جن چیزوں کو وہ مقدس سمجھتے تھے خدا کا حکم پا کر انہیں پاؤں تلے روند ڈالا۔ جن چیزوں کو وہ مکروہ سمجھتے تھے، خدا کا حکم آتے ہی ان کو

جائز سمجھنے لگے - جو چیزیں صدیوں سے پاک سمجھی جاتی تھیں وہ ایک دم ناپاک ہوگئیں - اور جو صدیوں سے ناپاک خیال کی جاتی تھیں، وہ یکایک پاک ہوگئیں - کفر کے جن طریقوں میں لذت اور فائدے کے سامان تھے، خدا کا حکم ملتے ہی ان کو چھوڑ دیا گیا - اور اسلام کے جن احکام کی پابندی انسان پر شاق گذرتی ہے، ان سب کو خوشی خوشی قبول کرلیا گیا - اس کا نام ہے ایمان، اور اسکو کہتے ہیں اسلام - اگر عرب کے لوگ اس وقت کہتے کہ فلاں بات ہم اسلیے نہیں مانتے کہ ہمارا اس میں نقصان ہے، اور فلاں بات کو ہم اسلیے نہیں چھوڑتے کہ اس میں ہمارا فائدہ ہے، اور فلاں کام کو تو ہم ضرور کرینگے کیونکہ باپ دادا سے یہی ہوتا چلا آیا ہے، اور فلاں باتیں رومیوں کی ہمیں پسند ہیں اور فلاں ایرانیوں کی ہم کو مرغوب ہیں، غرض اگر عرب کے لوگ اسی طرح اسلام کی ایک ایک بات کو رد کردیتے، تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ آج دنیا میں کوئی بھی مسلمان نہ ہوتا۔

بھائیو! قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ - یعنی نیکی کا مرتبہ تم کو نہیں مل سکتا جب تک کہ تم وہ سب چیزیں خدا کے لیے قربان نہ کردو جو تم کو عزیز ہیں - بس یہی آیت اسلام اور ایمان کی جان ہے - اسلام کی اصلی شان یہی ہے کہ جو چیزیں تم کو عزیز ہیں، ان کو خدا کی خاطر قربان کردو - زندگی کے سارے معاملات میں تم دیکھتے ہو کہ خدا کا حکم ایک طرف بلاتا ہے، اور نفس کی خواہشات دوسری طرف بلاتی ہیں - خدا ایک کام کا حکم دیتا ہے نفس کہتا ہے کہ اس میں تو تکلیف ہے یا نقصان ہے - خدا ایک بات سے منع کرتا ہے - نفس کہتا ہے کہ یہ تو بڑی مزیدار چیز ہے یا بڑی فائدے کی چیز ہے - ایکطرف خدا کی خوشنودی ہوتی ہے اور دوسری طرف ایک دنیا کی دنیا کھڑی ہوتی ہے - غرض زندگی میں ہر ہر قدم پر انسان کو دو راستے ملتے ہیں - ایک راستہ اسلام کا ہے اور دوسرا کفر و نفاق کا - جس نے دنیا کی ہر چیز کو ٹھکرا کر خدا کے حکم کے آگے سر جھکا دیا، اس نے اسلام کا راستہ اختیار کیا، اور جس نے خدا کے حکم کو چھوڑ کر اپنے

دل کی یا دنیا کی خوشی پوری کی، اس نے کفر یا نفاق کا راستہ اختیار کیا۔

آج لوگوں کا حال یہ ہے کہ اسلام کی جو بات آسان ہے اسے تو بڑی خوشی کے ساتھ قبول کرتے ہیں، مگر جہاں کفر اور اسلام کا اصلی مقابلہ ہوتا ہے وہیں سے رخ بدل دیتے ہیں۔ بڑے بڑے مدعی اسلام لوگوں میں بھی یہ کمزوری موجود ہے۔ وہ اسلام اسلام بہت پکاریں گے۔ اسکی تعریف کرتے کرتے انکی زبان خشک ہو جائیگی۔ اسکے لیے کچھ نمائشی کام بھی کر دینگے۔ مگر ان سے کہیے کہ یہ اسلام جسکی آپ اس قدر تعریفیں فرما رہے ہیں، آیئے ذرا اس کے قانون کو ہم آپ خود اپنے اوپر جاری کریں، تو وہ فوراً کہینگے کہ اس میں فلاں مشکل ہے، اور فلاں دقّت ہے، اور فی الحال تو اسکو بس رہنے ہی دیجیے۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام ایک خوبصورت کھلونا ہے۔ اسکو بس طاق پر رکھیے اور دور سے بیٹھ کر اسکی تعریفیں کیے جایئے۔ مگر اسے خود اپنی ذات پر اور اپنے گھر والوں اور عزیزوں پر، اور اپنے کاروبار اور معاملات پر ایک قانون کی حیثیت سے جاری کرنے کا نام تک نہ لیجیے۔ یہ ہمارے آج کل کے دینداروں کا حال ہے۔ اب دنیا داروں کا تو ذکر ہی فضول ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ نہ اب نمازوں میں وہ اثر ہے جو کبھی تھا، نہ روزوں میں ہے، نہ قرآن خوانی میں اور نہ شریعت کی ظاہری پابندیوں میں۔ اسلیے کہ جب روح ہی موجود نہیں تو نرا بے جان جسم کیا کرامت دکھائے گا؟